۵۳

ہم سیاسیات میں کیوں دخل دیتے ہیں

(فرمودہ ۳۰۔ مئی ۱۹۳۰ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

چونکہ ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے اور ہم نے اپنا مقصد اور اپنا مدّعا تبلیغِ اسلام قرار دے رکھا ہے اور دوسری تمام ضرورتوں کو پیچھے ڈال رکھا ہے اس لئے براہِ راست سیاسیات سے ہمارا تعلق نہیں لیکن جب ملک میں کوئی وبا آتی ہے تو وہ سب کو لپیٹ لیتی ہے خواہ کوئی جماعت چھوٹی ہو یا بڑی اور خواہ وہ دوسرے لوگوں سے تعلق رکھنے والی ہو یا علیحدہ رہنے والی۔ جب آگ لگتی ہے تو دوست دشمن کے گھر کی کوئی تمیز روا نہیں رکھتی اس لئے وہ تغیّرات جو اِس وقت سیاست میں پیدا ہو رہے ہیں اور وہ ہیجان جو اِس وقت سیاسی لوگوں کے قلوب میں پایا جاتا ہے ہماری جماعت پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اگر ہماری جماعت کے لوگ خود متأثر نہ ہوں تو بھی دوسرے لوگ انہیں خاموش نہیں بیٹھنے دیتے۔ جب ان کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں گھر میں اور باہر ان کے دوست اور عزیز و اقارب ہر وقت ان کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہے ہوں اور انہیں ان سوالات سے تنگ کر رہے ہوں جو اِس وقت سیاست میں پڑنے والے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو رہے ہیں تو پھر وہ کسی صورت میں بھی خاموش نہیں بیٹھ سکتے اور انہیں مجبوراً جواب دینا پڑتا ہے اور وجہ بتانی پڑتی ہے کہ وہ کیوں اِس سے علیحدہ ہیں بلکہ بعض امور میں اس کے خلاف عمل کرنے پر بھی آمادہ ہیں۔

کہتے ہیں دو شخص نہر کے کنارے جا رہے تھے کہ نہر میں ایک ریچھ سردی کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا

بہتا انہوں نے دیکھا۔ ایک شخص نے خیال کیا کہ لوئی ہے کیونکہ اس کے بال پانی میں سردی کی وجہ سے سمٹ کر لوئی کی طرح تہہ بہ تہہ ہو گئے تھے۔ وہ شخص پانی میں کُودا اور اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ اس کی کھینچا تانی کی وجہ سے گرمی پیدا ہونے کے سبب ریچھ کے بدن میں بھی توانائی آ گئی اور اس نے اس شخص کو اپنے قابو میں کرنے کے لئے زور لگانا شروع کیا۔ جب زیادہ وقت گزر گیا تو اس کے ساتھی نے اسے آواز دی اگر کمبل کھینچا نہیں جا سکتا تو اسے چھوڑ کر آ جاؤ۔ اُس نے جواب دیا اب میرے چھوڑ دینے کا تو سوال ہی نہیں میں تو کمبل کو چھوڑتا ہوں لیکن کمبل مجھے نہیں چھوڑتا۔ تو کئی مواقع انسان پر ایسے آتے ہیں کہ وہ چاہتا ہے خاموش بیٹھا رہے لیکن لوگ اسے نہیں بیٹھنے دیتے۔ اگر دنیا ہمیں خاموشی سے اپنے کام میں مشغول رہنے دے تو ہم بھی اپنے کام میں مشغول رہیں اور کسی دوسری بات کی طرف خیال بھی نہ کریں لیکن دنیا کبھی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی۔ اگر ہم خاموش رہیں تو کہا جاتا ہے بولتے کیوں نہیں اور اگر بولیں تو کہا جاتا ہے ہمارے خلاف رائے کیوں رکھتے ہو۔ سوچتے نہیں کہ انہیں کس نے کہا تھا کہ مجبور کر کے ہم سے رائے لیں۔ ہم بالکل خاموش تھے لیکن اعتراض کیا جاتا تھا کہ یہ ملکی معاملات میں دلچسپی نہیں لیتے لیکن جب بولیں تو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہمارے خلاف رائے کیوں رکھتے ہو۔ حالانکہ جب ہم سے دریافت کیا جاتا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ دیانتداری سے اپنی رائے کا اظہار کر دیں خواہ وہ غلط ہو یا صحیح۔ پس اگر ہم بولیں گے تو ضرور ہے کہ وہی کہیں جو ہمارے نزدیک صحیح اور درست ہے۔ اور چونکہ اب زمانہ ایسا ہے کہ لوگ دوسرے کو خاموش نہیں رہنے دیتے اس لئے ہم مجبور ہیں کہ اپنے خیالات ظاہر کر دیں۔

علاوہ ازیں ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے دن بدن بڑھ رہی ہے اور ہر طبقہ کے لوگ اِس میں داخل ہو رہے ہیں۔ اِس میں صرف سرکاری ملازم ہی نہیں بلکہ زمیندار اور آزاد پیشہ تاجر بھی ہیں اور وہ اپنے اردگرد کے سیاسی خیالات سے ضرور کچھ نہ کچھ متأثر ہوتے ہیں اس لئے بھی ہمارا فرض ہے کہ اپنی جماعت کی راہنمائی کے لئے اپنے خیالات کا اظہار کر دیں اس لئے کچھ عرصہ سے ہم پیش آمدہ اہم امور کے متعلق صحیح مسلک کا اعلان کر دیتے ہیں تا اپنی جماعت کی راہنمائی ہو سکے اور وہ دِق کرنے والوں کو صحیح جواب دے سکے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ ہمارا مذہب ہمیں سکھاتا ہے کہ تم جس بات کو صحیح سمجھو اسے دوسروں تک بھی پھیلاؤ۔ ہم

اپنے آپ کو تبلیغی جماعت کہتے ہیں اور تبلیغی جماعت کے معنے ہی یہ ہیں کہ جسے ہم صداقت سمجھیں اسے دنیا میں پھیلائیں۔ پس جب ہم تبلیغ بطور پیشہ اختیار کر چکے ہیں تو لازماً جو بات ہمیں سچ نظر آئے گی وہ دوسروں تک ضرور پہنچائیں گے۔ اگر ایک شخص کا کام ایسا ہو کہ اسے زیادہ عرصہ چُپ ہی رہنا پڑے تو وہ بے شک خاموش رہے گا لیکن جس کا کام بولنے کا ہے وہ بعض اوقات بے موقع بھی بول پڑے گا اور برموقع خاموش تو وہ رہ ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جس جماعت نے صداقت پھیلانی ہو اپنے بھائیوں کو غلط راہ سے بچا کر سلامتی کی راہ پر چلانا ہو اُس کا صرف یہ ہی فرض نہیں کہ مذہبی طور پر انہیں ہر قسم کے خطرات سے بچانے کی کوشش کرے بلکہ اُس کا یہ بھی فرض ہے کہ اگر سیاسی طور پر اس کے بھائی تباہ ہو رہے ہیں تو اس میں بھی ان کی مدد کرے۔ پس ہم مجبور ہیں کہ لوگوں سے تعلق رکھنے والے امور کے متعلق اپنا خیال ظاہر کریں۔ جس مذہب میں ہم داخل ہیں اور جس پر چلنے کا ہمیں فخر حاصل ہے وہ موقع پر خاموش رہنے والے کو شیطانِ اَخرس قرار دیتا ہے یعنی جو شخص موقع پر حق بات کہنے سے باز رہے وہ شیطان اور پھر گونگا شیطان ہے پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم حق اور بھلائی کی بات نہ کہیں اور اپنے بھائیوں کو تباہ ہونے دیں۔ اگر زید کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی رائے جو ہمارے خلاف رکھتا ہے دنیا میں پھیلائے، تو ہمیں کیوں یہ حق نہیں کہ اپنی صحیح رائے جو اس کے خلاف ہے لوگوں تک پہنچائیں۔ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم سیاسیات میں کیوں دخل دیتے ہیں ان کے لئے میرے تین جواب ہیں۔

اوّل یہ کہ ہم اپنا کام کر رہے تھے تم نے ستایا، دِق کیا اور بار بار اعتراض کئے کہ تم کیوں خاموش ہو اس لئے ہم مجبور ہو گئے کہ اپنی صحیح رائے کا اظہار کر دیں۔

دوسرے یہ کہ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ہندوستان کے ہر حصہ اور بیرونی ممالک میں بھی پھیلی ہوئی ہے اور ان میں سے کئی ایک ایسے دوست ہیں جنہیں سالہا سال قادیان آنے کا اتفاق نہیں ہوتا اس لئے ضروری ہے کہ ان کی راہنمائی کے لئے ہم اپنے نیز بیرونی پریس کے ذریعہ بھی ملکی امور کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں اور انہیں مناسب ہدایات دیں۔

تیسرے یہ کہ ہم مبلّغ ہیں اور ہمارا پیشہ یہی ہے کہ جو بات حق سمجھیں اسے دنیا میں پھیلائیں۔ جس طرح کوئی شخص کسی ڈاکٹر کو نہیں کہہ سکتا کہ تم لوگوں کا علاج کیوں کرتے ہو کیونکہ

اس کا کام ہی یہ ہے اسی طرح کوئی شخص حق کے اظہار کی وجہ سے ہم پر بھی اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ہمارا پیشہ ہے اس لئے جسے ہم مفید سمجھیں فرضِ منصبی کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اسے دوسروں تک پہنچا دیں۔

اگر ہماری باتیں غلط ہیں تو پھر ہمارے مخالفین کے لئے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ان باتوں کو سن کر لوگ خود ہی ردّ کر دیں گے۔ لیکن اس حق سے ہمیں محروم نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح وہ اپنے خیالات کی اشاعت کرتے ہیں اُس طرح ہم بھی کریں۔ آزادیِ وطن حاصل کرنے والے آزادی کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے ہیں لیکن یہ امر آزادی کے منافی نہیں ہوگا کہ وہ ہم سے محض اس وجہ سے جھگڑیں کہ ہماری رائے ان کے خلاف ہے انہیں تو چاہیئے کہ اعلانِ عام کر دیں کہ جو شخص ان کے خیالات کے خلاف رائے رکھتا ہو وہ آئے اور اسے پیش کر کے اس کی معقولیت ثابت کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین کو تحریک کی کہ ایسے جلسے منعقد کئے جائیں جن میں ہر شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔ آپ نے یہ نہیں کہا کہ چونکہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مأمور ہوں اِس لئے باقی سب لوگ اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ بند کر دیں۔ لیکن اگر آپ کانگریس کی پالیسی اختیار کرتے تو کہتے مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں تم سب گونگے ہو جاؤ مگر نہیں آپ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ باقی لوگوں کو بھی تبلیغ کا ویسا ہی حق ہے جیسا مجھے۔ اِس لئے آپ نے فرمایا کہ تم اپنی بات پیش کرو میں اپنی بات پیش کرتا ہوں اور جب تک یہ طریق نہ پیش کیا جائے امن کبھی نہیں ہو سکتا اور حق نہیں پھیل سکتا۔ دنیا میں کون ہے جو اپنے آپ کو حق پر نہیں سمجھتا لیکن جب خیالات میں اختلاف ہو تو ضروری ہے کہ اسے ظاہر کرنے کا موقع دیا جائے۔ پس کانگریس کو چاہیئے کہ اعلان کرے کہ ہم ایسے جلسوں کا انتظام کرتے ہیں اور مخالف رائے رکھنے والے آ کر اپنی رائے کا اظہار کریں۔ ہم نے تو کئی بار اس بات کا اعلان کیا ہے کہ جو لوگ ہماری رائے کو غلط سمجھتے ہیں وہ آئیں اور ہمارے سٹیج پر کھڑے ہو کر تقریریں کریں۔ یہ نہیں کہ ہرا یرے غیرے کے لئے بلکہ اگر معقول اور بارسوخ لیڈر آئیں تو ہم ان کی تقریر کے لئے جماعت کو اکٹھا بھی کر سکتے ہیں اور میں خود بھی ان کے خیالات سنوں گا اور اگر ان کی بات معقول ہوگی تو ہمیں اس کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ اور اگر وہ ہمارے خیالات کو معقول سمجھیں تو ان کا بھی فرض ہے کہ آزادی کے ساتھ ہماری اتباع

کرنے لگ جائیں۔

یہ کہنا کہ تم ہمارے مخالف ہو اور دشمن ہو یہ شکست خوردہ لوگوں کا طریق ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کسی کو سونٹے سے منوانے کی کوشش کرنا اور کوئی شریف اور باغیرت انسان سونٹے سے کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا۔ یہ خیال غلط ہے کہ ہماری جماعت چونکہ بہت تھوڑی ہے اس لئے اگر ایسی زبردست تحریک کے مقابلہ میں اُٹھے گی تو نقصان اُٹھائے گی جو قوم مرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ مرتی وہی قوم ہے جو زندگی سے پیار کرتی ہے جو لوگ موت کو آسان سمجھتے ہیں انہیں دنیا سے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ وہ اپنے اندر ایسی طاقت رکھتے ہیں جو بڑھتی ہے لیکن گھٹتی نہیں۔ پس ان حالات میں اگر ہم دخل دیتے ہیں تو کسی کا حق نہیں کہ ہم سے ناراض ہو بلکہ ملک کے امن کے لئے ضروری ہے کہ ہر قسم کے خیالات کا اظہار ہو۔ میں جب ولایت سے آیا تو گاندھی جی سے تبادلہ خیالات کا انتظام کیا انہوں نے بڑی مہربانی کی۔ وہ دلّی میں تھے لیکن بمبئی آ گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کانگریس کمیٹی کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کہتے ہیں اور آل انڈیا میں ہم بھی شامل ہیں لیکن کانگریس میں ہمیں نہیں لیا جاتا۔ ہم بھی ویسے ہی ہندوستانی ہیں جیسے آپ پھر کیوں ہمیں کانگریس میں شامل نہیں ہونے دیا جاتا اِس صورت میں کانگریس آل انڈیا نہیں کہلا سکتی اگر سَو میں سے ننانوے شامل اور صرف ایک باہر ہو تو بھی یہ آل انڈیا نہیں کہلا سکتی مگر یہاں تو یہ بات سرے سے ہی غلط ہے کہ اس میں ننانوے فیصدی شامل ہیں۔ لیکن اگر ہوں تو بھی ایک فیصدی کا حق ہے کہ کہے جب تک مجھے شامل نہ کیا جائے یہ تمام ملک کی نمائندہ نہیں کہلا سکتی اس لئے ہر شخص کو کانگریس میں داخل ہونے کی اجازت ہونی چاہئے اور معاملات کا تصفیہ کثرتِ رائے سے کیا جانا چاہئے۔ اختلاف ہر ملک میں موجود ہوتا ہے اور ہر قوم میں لوگ مختلف الخیال ہوتے ہیں۔ انگلستان میں ہی دیکھو کبھی کنزرویٹو (CONSERVATIVE) اقتدار پکڑ جاتے ہیں کبھی لبرل اور کبھی لیبر لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ مُقتدر جماعت دوسروں کو پارلیمنٹ میں داخل نہ ہونے دے بلکہ وہ سب اکٹھے بیٹھ کر ہر معاملہ پر غور کرتے ہیں اور کثرتِ رائے پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس صورت میں جو پارٹی برسرِ اقتدار ہو وہ دوسری جماعتوں کے ٹیکس بھی اپنے حسبِ منشاء وصول اور خرچ کرتی ہے اسی طرح کانگریس میں بھی جن لوگوں کی اکثریت ہو وہ دوسروں کا روپیہ بھی اپنے حسبِ منشاء خرچ

کریں لیکن انہیں شامل ضرور کریں اِس صورت میں کانگریس آل انڈیا کہلا سکتی ہے۔ گاندھی جی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ میری باتوں پر غور کریں گے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ نے کانگریس کی ممبری کے لئے کھدّر کی شرط رکھی ہے جو کھدّر نہ پہنے یا چرخہ نہ کاتے وہ ممبر نہیں ہو سکتا لیکن ہم جانتے ہیں کانگریس کے ممبروں کی کثیر تعداد ایسی ہے جو کبھی چرخہ کے نزدیک بھی نہیں جاتی ایسے لوگ اپنے گھروں میں دوسرے کام کاج میں مصروف رہتے ہیں اور بہت تھوڑے ایسے ہیں جو چرخہ کاتتے ہیں۔ اسی طرح وہ صرف کانگریس کے جلسہ میں جاتے ہوئے کھدّر پہن لیتے ہیں۔ لیکن عام طور پر دوسرے کپڑے پہنتے ہیں بلکہ ایسی بھی مثالیں ملتی ہیں کہ کانگریس کے جلسہ میں جاتے ہوئے کسی دوست کے گھر سے مانگ کر کھدّر کے کپڑے پہن لئے۔ لیکن دیانتدار آدمی ایسے فریب نہیں کر سکتا نیز میرے نزدیک یہ تحریک ملک کی دولت و مال اور قوت کو ضائع کرنے والی ہے اس لئے میں اگرچہ کھدّر کا اپنی ذات میں مخالف نہیں لیکن اِس تحریک سے مجھے اختلاف ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ مجھے کھدّر پہننے کے لئے مجبور کیا جائے۔ مجھے کانگریس کے لئے چندہ دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے لیکن کھدّر پہننے کے لئے نہیں کیونکہ یہ دستور العمل غلط ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کنزرویٹو پارٹی نے اپنا BADGE دوسروں سے لگوانے کی کوشش کی ہو۔ کھدّر ایک جماعتی حیثیت رکھتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ گاندھی جی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اِن باتوں پر غور کریں گے اور مجھے بھی اس کے متعلق مزید خیالات کے اظہار کے لئے کہا تھا لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ نہ ہی میں غور کر سکا اور نہ ہی میرے خیال میں ان کو اس طرف توجہ ہوئی۔ بہرحال میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ کانگریس اُس وقت تک سارے ہندوستان کی نمائندہ نہیں ہو سکتی جب تک ہر خیال کے لوگ اِس میں شامل نہ ہوں۔ اور جب تک سب کو اجازت نہ ہو کانگریس کامیاب بھی نہیں ہو سکتی۔ اگر ایک شخص دیانتداری سے یہ سمجھتا ہے کہ گورنمنٹ کی خوشامد سے ہی ملک ترقی کر سکتا ہے تو اسے اجازت ہونی چاہئے کہ کانگریس میں شامل ہو اور دوسروں کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرے۔ اسی طرح ہمارا خیال ہے کہ گورنمنٹ سے نہ لڑائی جائز ہے اور نہ خوشامد اِس خیال کو بیوقوفی کا خیال کہہ لو حماقت اور جہالت کا خیال کہہ لو لیکن ہمارا حق ہونا چاہئے کہ کانگریس میں جا کر دوسروں کو اپنی بات سمجھانے کی کوشش کریں اور جب تک یہ آزادی نہ حاصل ہو کانگریس کامیاب نہیں ہو سکتی۔

جس طرح گورنمنٹ ظلم کر کے کامیاب نہیں ہو سکتی اسی طرح رعایا بھی ظلم سے دوسروں کو مجبور کر کے کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔ لیکن اِس وقت یہ حالت ہے کہ اگر گورنمنٹ پولیس کے ذریعہ سختی کر رہی ہے تو کانگریس والنٹیروں کے ذریعہ۔ یہ کہاں کی شرافت ہے کہ کہا جائے کہ اخبار بند کر دو ورنہ ہم تمہارے دروازے کے آگے لیٹ جائیں گے حالانکہ جو کسی کے دروازے کے سامنے آ کر لیٹتا ہے وہ خود مجبور کرتا ہے کہ اس کے اوپر سے گزرا جائے۔ اگر کوئی آدمی ہمارے مکان کے دروازہ کے آگے لیٹ جائے اور کہے میں تمہیں کھانے پینے کی اشیاء باہر سے نہیں لانے دوں گا تو دوسرے الفاظ میں وہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم پانی پینے کے لئے اس کے اوپر سے گزر جائیں۔ کانگریس اس طریق کو جائز قرار دیتی ہے لیکن اگر گورنمنٹ بھی اور نہیں تو مذاقاً ہی اس طریق کو اختیار کر لے تو کانگریس کو پتہ لگ جائے۔ گاندھی جی کو پکڑنے کی کیا ضرورت ہے ان کے دروازے کے سامنے پولیس کو لٹا دے جو کہے چونکہ تمہارا وجود ملک کے لئے مُضِرّ ہے اس لئے ہم تمہیں باہر نہیں جانے دینا چاہتے اور اگر تم جانے پر مُصِرّ ہو تو ہمارے اوپر سے گزر کر جاؤ۔ اگر تو گاندھی جی اوپر سے نہ گزریں تو معلوم ہو جائے گا کہ پالیسی صحیح ہے لیکن اگر کانگریس کے والنٹیر راستہ میں لیٹنے والوں کو مار کر بھگانا چاہیں تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ پالیسی بالکل غلط ہے۔ کیوں نہ گورنمنٹ بھی ایسا ہی کرے مثلاً کانگریسی لیڈروں میں سے اِس وقت پنڈت موتی لال نہرو آزاد ہیں ان کے مکان کے آگے پولیس کے آدمی کھڑے کر دیئے جائیں جو کہیں چونکہ آپ کا گھر سے باہر نکلنا ملک کے لئے مُضِرّ ہے اس لئے آپ اندر ہی بیٹھے رہیں اور اگر آپ باہر جانا چاہیں تو ہمارے اوپر سے گزر کر جائیں اس طرح معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ خود کیا طریق اختیار کرتے ہیں۔ پس یہ پالیسی نہایت غلط ہے اور میں نہیں سمجھتا کوئی عقلمند انسان اس بات کو تسلیم کر سکے کہ یہ کہنا کہ اگر تم اپنا اخبار بند نہ کرو گے تو میں مر جاؤں گا جائز اور معقول بات ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ اگر کانگریس اپنی شورش بند نہ کرے گی تو میں مر جاؤں گا تو پھر کانگریس کیا کرے گی۔ اگر ایک شخص کے فاقہ کرنے سے دوسرے کو مجبور ہو جانا چاہئے کہ اپنا کام کاج چھوڑ دے تو آج ہی کانگریس کا کام بند کرایا جا سکتا ہے۔ اصل میں تو یہ کوئی طریق نہیں۔ پرانے زمانے کے ہندوؤں میں ایسا ہوتا تھا کیونکہ ان کے ہاں براہمن کی موت بہت بڑا پاپ سمجھا جاتا تھا۔ جینی بالخصوص اِس خیال کے ہیں حتّٰی کہ کہتے ہیں کہ برہما جی سے جو خود خدا ہے ایک

برہمن مرگیا تو اسے بھی اِس گناہ کے ازالہ کے لئے بہت بڑی عبادت کرنی پڑی تھی۔ تو گائے اور برہمن کی ان میں اس قدر عزت ہے کہ خدا کو بھی انہیں تکلیف پہنچانے کی وجہ سے سزا ملتی ہے۔ پرانے زمانے میں براہمن ٹاٹ پہن کر راجہ کے محل یا مندر کے دروازے پر بیٹھ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہماری بات نہ مانی گئی تو ہم مرجائیں گے اور چونکہ سمجھا جاتا تھا کہ براہمن کے مرنے سے بہت بڑا پاپ ہوتا ہے اس لئے ان کی خواہش پوری کر دی جاتی تھی لیکن اِس زمانہ میں یہ بات نہایت نامعقول ہے۔ اگر کوئی انگریز کانگریس کا کام بند کرانے کے لئے فاقہ کرنا شروع کر دے یا لنکا شائر کے پانچ سات سوداگرانِ پارچہ کہہ دیں اگر گاندھی جی نے لنکا شائر کے کپڑے کے استعمال کے لئے لوگوں کو ہدایت نہ کی اور اس کے لئے اعلانات شائع نہ کئے تو ہم مرجائیں گے تو پھر کیا ہوگا۔ پس یہ ایک ایسی لغو اور خلافِ عقل بات ہے کہ اسے اگر وسیع کر کے دیکھا جائے تو دنیا میں آفت آجائے۔ اس کے علاوہ یہ جبر ہے کہتے ہیں جس شخص نے دیال سنگھ کالج بنوایا وہ مسلمان ہونے کے لئے بالکل تیار تھے وہ ایک مولوی صاحب کے اثر کے نیچے تھے۔ کسی نے ان سے کہا مولوی صاحب سے کہیں اگر آپ آج شراب پی لیں تو میں کل مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس نے مولوی صاحب سے اسی طرح کہا اور ساتھ کچھ نقد روپیہ بھی دے دیا۔ مولوی بیچارے نے لالچ میں آکر شراب پی لی اِس پر وہ اسلام سے بدظن ہوگیا اور تمام جائیداد برہمو سماج کو دے دی۔ اگر مولوی اسے کہتا کہ اگر تم مسلمان ہونا چاہتے ہو تو ہو جاؤ میں شراب نہیں پی سکتا تو وہ اغلباً مسلمان ہو جاتا۔ مگر وہ غریب دھوکا میں آگیا تو اس قسم کا دباؤ ڈالنا سراسر ناجائز اور فضول ہے کہ جیسے ہم کہتے ہیں کرو ورنہ ہم یہاں تمہارے دروازے کے سامنے لیٹے ہیں اور فاقہ کر کے مرجائیں گے یہ جبر کی ایک راہ ہے اور یہ طریق ملک کے لئے کبھی مفید نہیں ہو سکتا۔ اور یہ روح اگر ملک کے اندر قائم ہو جائے تو ایسی خرابی پیدا ہوگی جس کا روکنا ناممکن ہو جائے گا۔ لوگ ذرا ذرا سی بات پر یہ طریق اختیار کرنے لگ جائیں گے کہ یا تو ہمیں پامال کرو اور یا ہمارے حسبِ منشاء کام کرو۔ اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوسکتا ہے کہ کسی سے کہا جائے یا تو اندر بیٹھ کر مرجاؤ اور یا ظالم بنو۔ اس طرح تو دنیا کا ایک بھی کام جاری نہیں رہ سکتا اِس صورت میں یہ ملک آدمیوں کا ملک نہیں بلکہ سانپوں کا ملک دکھائی دے گا۔ جس طرح بعض پہاڑی علاقوں میں جگہ بہ جگہ سانپ پڑے ہوتے ہیں اسی طرح یہاں ہوگا بازار سنسان ہوں گے کاروبار

بند ہوگا لوگ خاموش اور جگہ بہ جگہ سڑکوں پر، دروازوں کے سامنے، دکانوں کے آگے لیٹے ہوں گے اور جو جس سے ناراض ہوگا اس کی دکان یا مکان یا آفس کے سامنے لیٹا ہوا نظر آئے گا۔

اور یہ ایک ایسا بھیانک نظارہ ہوگا جسے کوئی پسند نہیں کر سکتا۔ کانگریسیوں نے اس کی کم سے کم حد بندی بھی تو کوئی نہیں کی کہ کہاں لیٹنا جائز ہے اور کہاں نہیں۔ ہر چیز کی ایک حد بندی ہوتی ہے مثلاً کسی کو مارنے یا سزا دینے کی حد بندی یہ ہے کہ حکومتِ وقت کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں باقاعدہ مقدمہ چلا کر اسے سزا دلا سکتی ہے یا سکول کا ہیڈ ماسٹر طالب علم کو ایک حد کے اندر رہتے ہوئے سزا دے سکتا ہے۔ اسی طرح اس کی بھی تو کوئی حد بندی ہونی چاہئے کہ کہاں لیٹنا جائز ہے اور کہاں ناجائز ہے۔ مگر کام میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے لیٹنے میں کوئی حد بندی نہیں جس سے پتہ لگ سکے کہ کون راستی پر ہے لیٹنے والا یا جس کے دروازے کے آگے لیٹا ہے۔ ابھی ملک میں پوری پوری بیداری پیدا نہیں ہوئی اور لوگوں نے اس تحریک کو اچھی طرح سمجھا نہیں ورنہ تمام ملک میں آفت مچ جائے۔ مثلاً جن اخباروں کو کانگریس بند کرا رہی ہے ان کے ایڈیٹر، کاتب، کلرک اور کارکنانِ مطابع اگر کانگریس کے دفتر کے آگے جا کر لیٹ جائیں اور کہیں کانگریس کی جائداد ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم یہیں مر جائیں گے تو کیا ہی عمدہ لطیفہ ہو غرض یہ پالیسی نہایت غلط اور ملک کے لئے مُضِرّ ہے۔

باقی رہی کھدّر کی تحریک تو دوستوں نے اس کے متعلق بھی دریافت کیا ہے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ میں نے کئی بار بیان کیا ہے کہ ملک کی تقویت کے لئے اگر کوئی کام کیا جائے تو بہت اچھا ہے لیکن کھدّر کی تحریک ملک کو نقصان پہنچانے والی ہے۔ چرخہ پر وقت بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے کیونکہ ہاتھ کی نسبت مشینوں سے کام بہت جلد ہو جاتا ہے اور وقت ضائع کرنا گویا دولت کو ضائع کرنا ہے۔ کھیتوں کو پانی نہروں سے بھی دیا جاتا ہے اور کنوؤں سے بھی۔ اب اگر کوئی شخص ان ذرائع کے بجائے یہ کہے کہ میں گھڑوں میں پانی بھر بھر کر لاؤں گا اور فصل کو سیراب کروں گا تو یہ اس کی نادانی ہوگی اس سے کوئی ترقی نہیں بلکہ ملک کی دولت برباد ہوگی اور کھدّر کا ہاتھ سے بُننا بھی ایسا ہی ہے۔ جب تک آدھا ملک اِس کام میں نہ لگ جائے ملک کی ضرورت کے لئے کپڑا مہیا نہیں ہو سکتا۔ یا کم از کم تیسرا چوتھا حصہ تو ضرور ہونا چاہئے تب کہیں جا کر ملک کو لباس کے لئے کھدّر مہیا ہو سکتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کم سے کم سات آٹھ کروڑ ہندوستانی اس کام میں لگ

جائیں اور بجائے کوئی اور مفید کام کرنے کے بیٹھے کھدّر بُنا کریں اور اس طرح ملک کی طاقت ضائع ہوگی۔ ہاں اگر یہ شرط ہو کہ ہندوستان کا بُنا ہوا کپڑا پہنا جائے تو یہ بات قابل عمل ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس میں بائیکاٹ کی تحریک شامل نہ ہو۔ وہی کام درست ہوسکتا ہے جو اپنے فائدہ کیلئے کیا جائے نہ کہ دوسرے کے نقصان کیلئے۔ تو تحریک اگر یوں ہوتی کہ ہندوستان کا بنا ہوا کپڑا پہنا جائے تو بہت اچھا ہوتا۔ ہندوستان میں بھی بمبئی اور احمد آباد وغیرہ مقامات پر کپڑے کے بہت بڑے کارخانے ہیں اور نئے کُھل سکتے ہیں۔ پس ملکی کپڑا پہننے کی تحریک ہونی چاہئے تھی نہ کہ کھدّر کی ہاں جن کو کھدّر میسر آئے وہ ضرور کھدّر پہنیں۔ مثلاً زمیندار لوگ ہیں ان کی عورتیں سُوت کاتتی ہیں اور وہ اپنے جلاہوں سے کھدّر بنوا کر پہن لیتے ہیں۔ ایسے لوگ ضرور پہنیں کیونکہ وہ اگر اس کا پہننا چھوڑ دیں گے تو ان کی عورتیں بیکار رہیں گی۔ مگر یہ خیال کہ تعلیم یافتہ لوگ جو دوسرے مفید کام کرسکتے ہیں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کھدّر بُننا اور پہننا شروع کردیں نہایت فضول بات ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے ایک چوہڑے کا کام نمبردار کے سپرد کردیا جائے اور بجائے اس کے کہ وہ گاؤں کی نگرانی کرے اور جھگڑوں وغیرہ کا تصفیہ کرے اس سے کوڑا کرکٹ اُٹھانے کا کام لیا جائے یا ڈپٹی کمشنر کو کسی اور ادنیٰ کام پر لگا دیا جائے۔ پس اس تحریک سے کوئی فائدہ تو نہیں لیکن نقصان ضرور ہے۔ خلافت کے دنوں میں کہا جاتا تھا اِس تحریک سے مسلمان جولاہوں کو فائدہ ہوگا لیکن وہ جولاہے آج بھی ویسے ہی غریب ہیں جیسے پہلے تھے۔ ہندو تاجر جاپان سے کھدّر منگوا لیتے ہیں اور انگریزی کپڑا اگر پانچ آنے گز بِکتا ہے تو وہ جاپانی کھدّر آٹھ آنے گز فروخت کرتے ہیں اور اس طرح پہلے سے بھی زیادہ فائدہ حاصل کررہے ہیں اور اِس تحریک کے ذریعہ پہلے سے بھی زیادہ مقدار میں روپیہ ہندو بنیوں کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ مسلمانوں کو تو اس سے کوئی فائدہ پہنچا نہیں اور نہ ہی مسلمان جولاہوں کی حالت میں کوئی تغیّر ہوا ہے۔ اگر ہندوستان میں ہی سارا کھدّر تیار ہو اور وہ بھی پیشہ ور جولاہے تیار کریں تو البتہ مسلمان جولاہوں کو فائدہ ہوسکتا ہے لیکن اس بات کا پہلے ہی انتظام کرلیا گیا کہ ہندوؤں کا روپیہ مسلمان جولاہوں کے گھر میں نہ جائے اور یہ قرار دیا گیا کہ ہر شخص خود اپنے گھر میں کھدّر بُن لیا کرے۔

اس کے علاوہ ہندوستان میں کپڑے کے جو کارخانے ہیں ان میں لاکھوں ہندوستانی کام کر رہے ہیں جن کی مزدوری عام جولاہوں سے بہت زیادہ ہے اور اس تحریک سے وہ لوگ بھوکے مر

جائیں گے اس سے بھی ملک کو نقصان ہی پہنچے گا۔ پھر مشینوں پر ہندوستان کا کروڑوں روپیہ خرچ آ چکا ہے یورپ والے تو یہ بات دل سے چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے کارخانے بند اور مشینیں ردّی ہو جائیں اور اس کے مقابلہ میں انہیں اگر ایک دو سال کیلئے خود بھی نقصان اُٹھانا پڑے یعنی ان کا مال ہندوستان میں نہ بِک سکے تو اس کی انہیں پرواہ نہیں ہوگی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ سب لوگ ہمیشہ کیلئے کھدّر نہیں پہن سکتے۔ اور اگر ہندوستان کے کارخانے تباہ ہو گئے تو پھر ہندوستان ہم سے ہی کپڑا خریدنے پر مجبور ہوگا۔ پس اس تحریک سے سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ مسلمانوں کو بھی اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور ملک کو بھی نہیں۔ ہاں سودیشی اشیاء کے استعمال کی تحریک اگر کی جائے تو وہ مفید ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں۔ ایک دوست نے لکھا ہے کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں احمدیوں نے بھی تو قادیان میں ہندوؤں کا بائیکاٹ کر رکھا ہے مگر یہ بات بالکل غلط ہے احمدیوں نے کبھی کسی کا بائیکاٹ نہیں کیا۔ ہندوؤں نے ایک دفعہ کسی بات پر ناراض ہو کر ایک دکان کا سامان باہر پھینک دیا ہڑتال کر دی اور کہہ دیا تھا کہ احمدیوں نے ہمیں لُوٹ لیا ہے۔ اس پر مَیں نے خیال کیا کہ اگر احمدی ان لوگوں سے خرید و فروخت کریں گے تو ایسے ہی کسی اور جھگڑے کا احتمال ہے محض اِس فتنہ کو روکنے کیلئے میں نے ان کی دُکانوں سے سودا وغیرہ لینے سے منع کر دیا تا کہ نہ احمدی ان کی دکانوں پر جا کر کھڑے ہوں اور نہ انہیں اس قسم کا فتنہ کھڑا کرنے کا موقع مل سکے۔ بس اتنی بات ہے وگرنہ ہندوؤں کا بائیکاٹ ہم نے کبھی نہیں کیا۔ اگر بائیکاٹ کرنا ہوتا تو صرف قادیان میں ہی کیوں کرتے باہر لاہور اور امرتسر اور دیگر مقامات پر ہندوؤں سے سَودا وغیرہ خریدنے کی ممانعت کیوں نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہرگز بائیکاٹ نہیں ہے بلکہ محض جھگڑے سے بچنے کیلئے ایسا کیا گیا۔ کیونکہ میں نے محسوس کیا یہاں کے ہندوؤں کی دماغی کیفیت ایسی ہو چکی ہے کہ وہ ہمارے مقابلہ میں ناجائز ذرائع بھی اختیار کر لیتے ہیں اس لئے میں نے اعلان کر دیا کہ احمدی ان کی دکانوں پر نہ جائیں وگرنہ ہم بائیکاٹ نہیں کرتے۔ اب بھی اگر باہر کی ذمہ وار ہندو جماعتیں مجھے اطمینان دلا دیں کہ آئندہ یہاں کے ہندوؤں کی طرف سے ایسی شرارت نہ ہوگی اور اس بات کی ضمانت دینے والے ہندو قوم کے معزّزین ہوں تو میں اُسی وقت اعلان کر دوں گا کہ ان سے حسبِ سابق خرید و فروخت کی جائے۔

پہلے یہاں کے غیر احمدی مسلمانوں نے بھی ان کی تائید کی تھی اس لئے ہم نے ان کے متعلق بھی یہی رویہ اختیار کر لیا لیکن اب انہوں نے اصلاح کر لی ہے ان کے متعلق یہ حکم منسوخ کر دیا گیا ہے اور اسی طرح ہندوؤں کے متعلق بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ ذمہ وار معززین کی طرف سے اس امر کا یقین دلایا جائے کہ آئندہ ایسی شرارت نہ ہوگی۔ ہاں کھانے پینے کی اشیاء خریدنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ وہ چیزیں ہندو بھی ہم سے نہیں خریدتے۔ اس طرح اگر انگریز بھی یہ اعلان کر دیں کہ ہم ہندوستان سے کوئی چیز نہیں خریدیں گے تو ہم بھی ان سے ایسا ہی سلوک کریں گے لیکن جب کہ وہ یہاں سے کئی اشیاء مثلاً غلہ روئی وغیرہ خریدتے ہیں تو ہم بھی ان کا بائیکاٹ نہیں کر سکتے اور ہم تو بائیکاٹ کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہم نے یہاں جو کچھ کیا محض فتنہ سے بچنے کیلئے کیا باقی معاملات میں ان سے ہمارے تعلقات بدستور ہیں۔ ایسی صورت اگر انگریزوں کے ساتھ پیش آجائے تو ان سے بھی ایسا کرنا جائز ہوگا یا اگر ہندوستان کے کارخانہ دار گاندھی جی کے آدمیوں کو جو کپڑا وغیرہ لینے جائیں پکڑ کر ان پر چوری کا الزام لگا دیں اور اس کے بعد گاندھی جی کوئی ایسا اعلان کریں جس میں اپنے آدمیوں کو وہاں جانے سے روکیں تو یہ قابلِ اعتراض امر نہیں ہو سکتا اور بعینہٖ یہی صورت ہماری ہے وگرنہ ہم نے کبھی بائیکاٹ نہیں کیا اور نہ ہی اسے جائز سمجھتے ہیں اور یہاں کے متعلق اگر اب بھی ہندو لیڈر ضمانت دے دیں تو یہ بندش بھی اُٹھائی جاسکتی ہے۔ پس اِس قسم کی مثال کو بیچ میں لانا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جنہیں کسی اور موقع پر اُٹھا رکھتا ہوں۔ ہاں ایک خط کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو منٹگمری سے آیا ہے وہاں سے ایک دوست نے لکھا ہے کہ یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے اس تحریک کی مخالفت علَی الْاِعْلَان کی تو لوگ ناراض ہو جائیں گے اور طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں گے۔ مجھے یہ خط پڑھ کر سخت حیرت ہوئی کیونکہ میں نہیں سمجھ سکتا مومن بُزدل بھی ہو سکتا ہے۔ اگر لوگوں کی مخالفت ہمارا اُس وقت کچھ نہ بگاڑ سکی جب ہم نہایت قلیل تعداد میں تھے تو اب کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری تعداد بہت بڑھ چکی ہے کیا ہم بُزدل ہو جائیں گے۔ لیکن یہ کیفیت صرف ایک جگہ کی ہے اگر باقی مقامات پر بھی ایسا ہی ہوتا تو بے شک مجھے مایوسی ہوتی لیکن ایسا نہیں۔ باقی جہاں ایک ایک دو دو دوست بھی ہیں وہ بھی خُوب کام کر رہے ہیں۔ حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی ستر سالہ بوڑھے ہیں حتّٰی کہ ان کے منہ میں

دانت بھی نہیں رہے لیکن جس دن وہاں ہڑتال ہوئی وہ اکیلے گئے اور لوگوں کی دُکانیں کُھلواتے رہے حالانکہ وہ پہلے قید بھی ہو چکے تھے اور انہیں ایسے موقع پر دخل دینے کے باعث ہاتھ لگ چکے تھے لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی اور پوری کوشش سے کام لیکر دُکانیں کُھلواتے رہے اور ان کی تحریک پر کئی مسلمانوں نے اپنی دُکانیں کھول بھی دیں اور بھی کئی ایک مقامات پر ایسے ہی واقعات پیش آئے ہیں جن کی وجہ سے میں قیاس بھی نہیں کر سکتا کہ احمدی بُزدل ہو گئے ہیں۔

کس قدر شرم اور افسوس کی بات ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے جبر و تشدّد اور ظلم ہو رہا ہو' مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے عملی صورت اختیار کر رہے ہوں اور ہم اِس وجہ سے چُپ چاپ بیٹھے رہیں کہ لوگ ناراض ہو جائیں گے۔ لوگ ہمارے دوست کس دن ہوئے تھے اور پھر ہم نے کب لوگوں کی پوجا کی کہ یہ خیال کریں آج وہ ہمارے دوست ہیں ایسا نہ ہو کل دشمن ہو جائیں۔ کوئی نہ کوئی جماعت تو ہمارے مقابلہ پر ضرور ہی رہتی آئی ہے اور نبیوں کی جماعتوں کے متعلق ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ ہمارے ساتھ بھی ایسے ہی ہوتا رہے گا جب تک کہ ساری دنیا احمدی نہ ہو جائے۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو جماعت سُست ہو جائے۔ کیا منٹگمری کے مسلمانوں اور ہندوؤں میں یہ طاقت ہے کہ وہ احمدیوں کیلئے امن پیدا کر دیں۔ احمدیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے کام میں سُستی کر کے مقامی ہندو' مسلمانوں کی مخالفت سے بچ بھی گئے تو اللہ تعالیٰ ان کیلئے کوئی اور دُکھ پیدا کر دے گا تا وہ غافل نہ ہو جائیں۔ مومن کبھی بُزدل نہیں ہوتا اس لئے ایسے خیالات دل میں نہ لانے چاہئیں۔ اس تحریک سے مسلمانوں کا صریح نقصان ہو رہا ہے اور اگر اسی طرح ہوتا رہا تو وہ دن دور نہیں جب ان کی وہی حالت ہوگی جو سپین میں ہوئی۔ کیا تم اس نظارہ کو محض اس لئے برداشت کرنے کیلئے آمادہ ہو کہ کوئی تمہیں گالی نہ دے یا پتھر نہ مارے۔ کیا تمہارے بھائیوں نے کابل میں پتھر نہیں کھائے۔ جب انہوں نے پتھر کھا کھا کر اپنی جان دے دی اور پتھر مارنے والوں کو دعائیں دیتے اور تبلیغ کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو تم میں سے کوئی کیوں بُزدلانہ خیالات کو دل میں جگہ دے۔ یاد رکھو ہر وہ پتھر جو خدا تعالیٰ کی بات منوانے اور مسلمانوں کی ہمدردی کرنے کی وجہ سے پڑتا ہے وہ پتھر نہیں پھول ہے ایسے پتھر مبارکبادی کے پھول ہیں جو خدا تعالیٰ پھینکتا ہے۔ اِس لئے ان سے ڈرنا نہیں بلکہ خوش ہونا چاہئے کہ ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ اپنے بندے کو عزت دیتا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ جماعتیں ایسا نمونہ نہ دکھائیں گی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہے بھی نہیں۔ جہاں ایک دو احمدی بھی ہیں وہ بھی پوری ہمت اور جرأت سے کام کر رہے ہیں حتّٰی کہ سرحد میں بھی جہاں شورش اس قدر زیادہ ہے دوست کام کر رہے ہیں۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں محض مسلمانوں کے فائدہ کیلئے کرتے ہیں۔ اگر وہ آج اِس بات کو نہیں سمجھتے تو آئندہ نسلیں یقیناً یہ کہنے پر مجبور ہوں گی کہ ایسے نازک موقع پر احمدیوں نے ان کی حفاظت کی پوری پوری کوشش کی۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں توفیق دے کہ اس کے قائم کردہ مشن کو اچھی طرح چلا سکیں اور اس سے وابستہ چیزیں یعنی امن و امان کی حفاظت کر سکیں اور دنیا کی مذمت ہمیں سچائی کی تبلیغ سے نہ روک سکے۔ آمین

(الفضل ۷ جون ۱۹۳۰ء)